تعلیم الاسلام کالج اولڈسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر : 3 مارچ 2013ء شمارہ نمبر : 3

ایڈیٹر : مقصودالحق

نائب ایڈیٹر: مبارک احمد صدیقی منیجر : سید نصیر احمد

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کردیا جاتا ہے۔آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔(ادارہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
53, Melrose Road, London, SW18 1LX
فون:020 8877 5510 فیکس:020 8877 9987
ای میل:ticassociation@gmail.com

قال اللہ تعالیٰ

اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ وَیَتۡلُوۡہُ شَاہِدٌ مِّنۡہُ وَمِنۡ قَبۡلِہٖ کِتٰبُ مُوۡسٰۤی اِمَامًا وَّرَحۡمَۃً ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُہٗ ۚ فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡہُ ٭ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ○ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ؕ اُولٰٓئِکَ یُعۡرَضُوۡنَ عَلٰی رَبِّہِمۡ وَیَقُوۡلُ الۡاَشۡہَادُ ہٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ کَذَبُوۡا عَلٰی رَبِّہِمۡ ۚ اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ○ (الھود:۱۸-۱۹)

ترجمہ: پس کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہے اور اس کے پیچھے اس کا ایک گواہ آنے والا ہے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بطور امام اور رحمت موجود ہے (وہ جھوٹا ہوسکتا ہے؟) یہی (اس موعود رسول کے مخاطبین بالآخر) اسے مان لیں گے۔ پس جو بھی احزاب میں سے اس کا انکار کرے گا تو آگ اس کا موعود ٹھکانہ ہوگی۔ پس اس بارہ میں تو کسی شک میں نہ رہ۔ یقیناً یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑے۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہی دینے والے کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عن حذیفة بن یمان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اذ مضت الف و مائتان و اربعون سنة یبعث اللہ المهدیّ۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب 1240 سال گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔ (روایت حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، بحوالہ النجم الثاقب جلد 2 صفحہ 209)

کلام الامام

ہمارے ہادی اور سید مولیٰ جناب ختم المرسلین نے مسیح اوّل اور مسیح ثانی میں مابہ الامتیاز قائم کرنے کیلئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا۔ اور مسلمانوں کی طرح صوم وصلوٰۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا اور ان کا امام ہوگا اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اوّل اور مسیح ثانی کے حلیہ میں بھی فرق بین ہوگا۔ چنانچہ مسیح اوّل کا حلیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج کی رات میں نظر آیا وہ یہ ہے کہ درمیانہ قد اور سرخ رنگ اور گھنگر والے بال اور سینہ کشادہ ہے۔ (دیکھو صحیح بخاری صفحہ 489) لیکن اسی کتاب میں مسیح ثانی کا حلیہ جناب ممدوح نے یہ فرمایا ہے کہ وہ گندم گون ہے اور اس کے بال گھنگر والے نہیں ہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں۔ اب ہم سوچتے ہیں کہ کیا یہ دونوں ممیز علامتیں جو مسیح اول اور ثانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمائی ہیں کافی طور پر یقین نہیں دلاتیں کہ مسیح اول اور ہے اور مسیح ثانی اور۔ ان دونوں کو ابن مریم کے نام سے پکارنا ایک لطیف استعارہ ہے جو باعتبار مشابہت طبع اور روحانی خاصیت کے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اندرونی خاصیت کے مشابہت کے رو سے دو نیک آدمی ایک ہی نام کے مستحق ہوسکتے ہیں اور ایسا ہی دو بد آدمی بھی ایک ہی بد مادہ میں شریک مساوی ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے قائم مقام کہلا سکتے ہیں۔ مسلمان لوگ جو اپنے بچوں کے نام احمد اور موسیٰ اور عیسیٰ اور سلیمان اور داؤد وغیرہ رکھتے ہیں تو درحقیقت اسی تفاول کا خیال انہیں ہوتا ہے جس سے نیک فال کے طور پر یہ ارادہ کیا جاتا ہے کہ یہ بچے بھی ان بزرگوں کی روحانی شکل اور خاصیت ایسی اتم اور اکمل طور سے پیدا کر لیں کہ گویا انہیں کا روپ ہوجائیں۔ (توضیح المرام صفحہ 58-60)

امام الکلام

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کِھلا ✲ آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے ✲ وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے ✲ راہِ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو امیدوار
ان دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا ✲ تُو تو رب العالمیں ہے اور سب کا شہر یار
اے مرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم ✲ تیری قدرت سے نہیں کچھ دُور گر پائیں سدھار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے ✲ ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

بسلسلہ یوم مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ زندگی کے واقعات

ہمیں کھانا اچھا لگتا ہے نہ پانی نہ نیند

''ایک روز کا ذکر ہے کہ قصیدہ اعجاز احمدی آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) لکھ رہے تھے اور اس کی کاپی غلام محمد کاتب امرتسری لکھ رہا تھا۔ مجھے بھی بلوایا اور فرمایا تم کاپی لکھو تا کہ جلدی یہ قصیدہ چھپ جائے اور فرمایا کاپی ہمارے پاس بیٹھ کر لکھو، میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ ایسا جلدی قصیدہ تصنیف کرتے تھے اور مجھے دیتے جاتے تھے کہ میں ابھی مضمون ختم نہیں کر سکتا تھا جو آپ اور مضمون دے دیتے تھے۔

رات کے گیارہ بج گئے۔ آپ کے لئے کھانا آیا۔ فرمایا شام سے تو تم یہیں لکھ رہے ہو، کھانا نہیں کھایا ہوگا، آؤ ہم تم ساتھ کھائیں۔ ہمیں تو اسلام کی خوبیاں، قرآن کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل دینے اور ثبوتِ نبوتِ محمد ﷺ میں یہاں تک استیلا اور غلبہ ہے کہ ہمیں نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ پانی اور نہ نیند۔ جب بھوک اور نیند کا سخت غلبہ ہوتا ہے تو ہم کھاتے یا سوتے ہیں۔ پھر میں نے اور حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک دستر خوان پر کھانا کھایا۔ جب کھانا کھا چکے فرمایا یہ دن بڑے ثواب اور جہاد کے ہیں''۔

(روایت حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ تذکرۃ المہدی از نعمانی صاحب صفحہ 16-17)

لبوں پر درود اور ذکرِ الٰہی

اکثر میری آنکھ رات کو کھلتی اور دیکھتی کہ حضور علیہ السلام کی آنکھیں بظاہر بند ہیں مگر لبوں پر درود اور ذکر الٰہی جاری ہے۔ (روایت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ الفضل ربوہ 17 اکتوبر 1996)

45 کے بعد ہر سال صداقت پر گواہ

حضرت میاں فضل محمد صاحب آف ہرسیاں نے 1895 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو خواب میں آپ کی عمر 45 سال بتائی گئی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو پڑے اور عرض کیا کہ میرا خیال تھا کہ احمدیت کو جو ترقیات نصیب ہونے والی ہیں انہیں دیکھوں گا، مگر مجھے خواب آئی ہے کہ میری عمر صرف 45 سال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے طریق نرالے ہوتے ہیں شاید وہ 45 کو 90 کر دے۔ پھر جب آپ 1956 فوت ہوئے تو آپ کی عمر 90 برس تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی وفات پر اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے 45 سال کی عمر کے بعد کے ہر سال کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان قرار دیا۔

(از الفضل ڈائجسٹ بحوالہ روزنامہ الفضل 30 جولائی 1996)

کھولا تو کافی روپیہ اس میں تھا

ایک دفعہ لنگر خانہ کے منتظم میاں نجم الدین صاحب بھیرویؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لنگر خانہ کی ضرورت کے لئے رقم کی درخواست کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس وقت تو میرے پاس کوئی روپیہ نہیں۔ جس خدا کے مہمان ہیں وہ خود ہی انتظام فرمائے گا۔ میاں نجم الدین صاحبؓ واپس چلے آئے۔ تھوڑی دیر بعد پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک شخص حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک گٹھڑی پیش کی جسے گھر کے اندر جا کر حضورؑ نے کھولا تو کافی روپیہ اس میں تھا۔ آپ نے باہر تشریف لا کر اس شخص کو بلوانے اور پتہ لگوانے کی کوشش کی مگر وہ نہ ملا۔ تب حضور علیہ السلام نے میاں نجم الدین صاحبؓ کو بلوا کر سب روپے انہیں دیدیے۔ (از الفضل ڈائجسٹ بحوالہ الفضل 21 ستمبر 1996)

خلافت سے فیض پانے کی شرط

سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کیلئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو۔ کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکر گزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہو گے۔ پھر شکر گزاری نہیں نا شکر گزاری ہوگی اور نافرمانوں کیلئے خلافت کا وعدہ نہیں ہے بلکہ مومنوں کیلئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کیلئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظام خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے''۔ (خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 151)

المنار نیوز لائن

وفات پروفیسر ڈاکٹر سیّد سلطان محمود شاہد صاحب

تعلیم الاسلام کالج کے استاد مکرم پروفیسر ڈاکٹر سیّد سلطان محمود شاہد صاحب 3 مارچ 2013 کو ربوہ میں بعمر 90 سال وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ ناظر اعلیٰ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے ربوہ میں پڑھائی۔ جس کے بعد آپ کی میّت کو آبائی گاؤں شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ کے خاندانی قبرستان میں تدفین کے لئے لیجایا گیا۔

مکرم شاہ صاحب مرحوم 16 اکتوبر 1923 کو شاہ مسکین میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت سیّد سردار احمد شاہ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو پیدائش سے پہلے ہی وقف کر دیا تھا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے بی ایس سی اور 1946 میں علیگڑھ یونیورسٹی سے ایم ایس سی کیمسٹری کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے حضورؓ نے آپ کا تقرر بطور لیکچرار کیمسٹری تعلیم الاسلام کالج قادیان میں فرمایا۔ اس طرح آپ کو یہ شرف حاصل تھا کہ آپ تعلیم الاسلام کالج کے ابتدائی اساتذہ میں سے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ تعلیم الاسلام کالج لاہور اور پھر ربوہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ نے 1958 میں لندن سے آرگینک کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ 1964 میں لندن یونیورسٹی سے ہی پوسٹ ڈاکٹریٹ کیا اور رائل انسٹیٹیوٹ آف کیمیکل سوسائٹی کے فیلو بنے۔ آپ کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ہیڈ آف کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ اور کچھ عرصہ انچارج پرنسپل کے طور پر خدمت کا موقع بھی ملا۔ جامعہ نصرت کالج برائے خواتین ربوہ میں سائنس بلاک کی تعمیر آپ کی زیر نگرانی عمل میں آئی۔ جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کو جماعت احمدیہ لاہور کے سیکرٹری اصلاح و ارشاد اور قیام لنڈن (1956-58) کے دوران خدام الاحمدیہ لندن کے ابتدائی قائد کے طور پر خدمت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

آپ کے بڑے بیٹے پروفیسر برہان احمد ناصر صاحب اسلامیہ کالج چنیوٹ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں جبکہ چھوٹے بیٹے سید نعمان احمد صاحب ورجینیا امریکہ میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مکرم ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنی رحمت اور مغفرت کی ردا میں لپیٹ لے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

(مکرم ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بارے میں تفصیلی نوٹ الفضل کے 7 مارچ 2013 کے شمارے میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)

تصویر میں مکرم پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب کے ہمراہ مکرم چوہدری حمید احمد صاحب

یادوں کے دریچے
قصہ کالج کے ID کارڈ کا

اب مین بازار بائیں مڑ گیا تھا اور ہم سیدھے ایک تنگ گلی میں سے گزر رہے تھے۔ ہمارے دائیں بائیں جگہ جگہ تعفن زدہ گندگی کے ڈھیر اور ہم تھے کہ رومالوں میں ناک دابے تیز قدم گزر رہے تھے۔ دور سے عورتوں کے چیخنے چلانے کی سی آوازیں سنتے چلے آرہے تھے، جب قریب پہنچے بھیڑ نظر آئی، نظر اُٹھا کر دیکھا تو عجب نظارہ تھا، گلی کے دائیں بائیں تیسری منزل کی کھڑکیوں سے گلی کی طرف باہر اُلٹی ہوئی خواتین ایک دوسرے کی ماں، بہن، بیٹیوں کے کیریکٹر کے بارے بازو ہلا ہلا کر عقدہ کشائیاں بباگِ دہل نشر کر رہی تھیں اور نیچے تماش بین آوازے کستے enjoy کر رہے تھے۔ ہم تیزی سے آگے کو کھسک گئے۔ کہتے ہیں ماحول کا اثر مکینوں کے رہن سہن اور سوچ اور خیالات پر پڑتا ہے۔ گندی گلیاں گندے ذہن!

اب ہم ایک شاندار سفید بُراق مسجد کے پاس سے گزر رہے تھے، جس پر ''شاہی مسجد'' کا بورڈ آویزاں تھا۔ یقین آیا خدا ہر جگہ موجود ہے، جب مؤذن آذان دیتا ہوگا شیطان دروازے کھڑکیاں بند کر کے اندھیارے گھروں میں چھپ جاتا ہوگا!

ذرا ہوش ٹھکانے لگے تو وقت کا احساس ہوا تو سورج ڈھل چکا تھا۔ علوی کی گھڑی ساڑھے پانچ بجا رہی تھی۔ واپسی کے لئے نظر اِدھر اُدھر دوڑائی تو دور سے سڑک پر بسیں چلتی دکھائی دیں۔ ہم لپکے، بھاگم بھاگ سٹوڈیو پہنچے، بچارا مصور اُکتائی شکل بنائے ہمارا کب سے منتظر تھا۔ ہمیں دیکھ کر اسکے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ اُبھر آئی۔ شائد اسے پتہ چل گیا تھا ہم فرسٹ ایئر فولز کا ٹولہ ہیں۔ لفافے میں دیکھے بغیر تصویریں پکڑیں، مغرب کے وقت ہوسٹل پہنچے، بھاگم بھاگ وضو کیا، نماز میں جا شامل ہوئے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے انگریزی میں حدیث کا درس دیا۔ درس کے بعد اعلان ہوا ''کمرہ نمبر 4 کے لڑکے فوراً سپرنٹنڈنٹ دفتر میں حاضر ہوں'': ہماری تو جان ہی نکل گئی، وہ کیا کہتے ہیں آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا! کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا، ہر چہرے پر ایک بڑا سوالیہ نشان لٹک رہا تھا، دل اور دماغ سُن تھا۔ ''کیوں؟'' سارے دن کی تھکاوٹ کے مارے اور اوپر سے دفتر میں حاضری کی گھبراہٹ، لڑکھڑاتے ہوئے جوتے پہنے، پیچھے سے آواز آئی، ''بھئی میرا جوتا پہنے جا رہے ہو''۔ علوی نے میرا جوتا جھٹ آگے کر دیا۔ چاروں کی زبانیں گنگ، دفتر کی طرف پاؤں اُٹھ نہیں رہے تھے، دل تھا کی کنٹرول میں نہیں تھا۔

آخر کانپتے قدموں سپرنٹنڈنٹ دفتر کے دروازے پر پہنچے۔ رفیق نے کانپتی آواز میں داخل ہونے کی اجازت چاہی:

"Yes" دیوار کے ساتھ قطار میں جا کھڑے ہوئے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب matter of fact شکل بنائے میز کے سامنے تشریف رکھے ہوئے تھے۔ بازو میں پروفیسر سعید اللہ خان صاحب تھے۔

سپرنٹنڈنٹ صاحب: (کسی قدر سخت لہجے میں) ''آپ چاروں عصر کی نماز پر کہاں تھے؟''

مونس (اپنے سرائیکی لہجے میں) : ''سر ہم چنیوٹ گئے تھے''۔

''چنیوٹ! کیا کرنے گئے تھے''؟

''آئی ڈی کارڈ کے لیئے فوٹو کھنچوانے''۔

''آپکو پتہ نہیں چنیوٹ آپ کے لیئے out of bound (جانے ہماری بلا یہ کیا ہوتا ہے؟)''

سر یہ کیا ہوتا ہے؟

"خان صاحب انہیں بتائیں"۔

"چنیوٹ میں اور کہاں کہاں گئے"؟

"صرف فوٹو کھنچوائی اور واپس آ گئے"۔

''کہاں ہیں فوٹو''؟

سب نے اپنی اپنی جیب سے فوٹو والا لفافہ نکال کر سعید اللہ خان صاحب کے ہاتھ میں دے دی۔ خانصاحب نے لفافیوں میں جھانکا، اور واپس لوٹاتے ہوئے کہا: ''ٹھیک ہے''۔

سپرنٹنڈنٹ صاحب: ''اگر آئندہ آپ کے متعلق ایسی کوئی رپورٹ مجھے ملی، تو تم لوگوں کو سخت سزا ملے گی''۔

ساتھ بیٹھے کلرک کو ہدایت لکھوائی کہ ان لڑکوں کی ماہانہ رپورٹ میں والدین کو اطلاع لکھ دیں۔

''جائیں''!

''سلام سر: اور دوسرے لمحے ہم کمرے سے باہر تھے۔ ہانپتے کانپتے کمرے میں پہنچے، میس کھل چکا تھا۔ بھوک کی چمک میں لپکے اور خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آج ہمیں کیا کیا تجربات ہوئے، کیا کیا ہم نے سیکھا!

اگلے ہفتے اباجی کا خط میری میز پر تھا۔ کیا لکھا تھا نہ پوچھئے! ایک بات کا ذکر کئے دیتا ہوں:

میری عادت شروع سے ہے کہ میں عشاء کی نماز کے بعد زیادہ پڑھ نہیں سکتا، جلد سو جاتا ہوں، نماز فجر سے پہلے اُٹھ کر پڑھتا ہوں، مگر ہوسٹل میں نماز عشا کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ by law پڑھنا ہوتا تھا، محترم سعیداللہ خان صاحب چیک کرنے آتے اور میری غیر حاضری لگتی، جسکی رپورٹ باقاعدہ اباجی کو جاتی۔ اباجی کے خط سے ایک فقرہ نقل کئے دیتا ہوں، جس سے آپ کو درجہ حرارت کا پتہ چل جائے گا:

''پچھلے مہینے تم نے study hours سو کر گزارے۔ اور اب تم نے قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چنیوٹ جا کر آوارہ گردی شروع کر دی ہے۔ میں پرنسپل صاحب کو لکھنے والا ہوں کہ تمہیں لپیٹ لپاٹ کر واپس بھجوا دیں''۔ میرا برا حال، میں نے فوراً معافی مانگی، چنیوٹ جانے کی وجہ لکھی، اور مرتا کیا نہ کرتا عشاء کے بعد سوتے جاگتے پڑھنا شروع کر دیا!

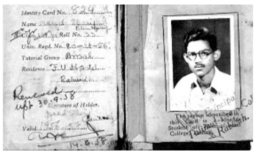

بہر حال ہمارا آئی ڈی کارڈ بن گیا، اور ہم اسے ساری زندگی اپنے ساتھ لئے پھرتے رہے، اور آج یہ ہمارے تعلیم الاسلام کالج سے مضبوط تعلق کا نشان ہے! (لیجئے آپ بھی یہ دستاویز ملاحظہ فرمایئے، میرا رول نمبر 33 تھا۔ اور دیکھئے محترم پرنسپل صاحب اور آفس سپرنٹنڈنٹ صاحب مرحوم جنید ہاشمی صاحب کے دستخط!

میرا آئی ڈی کارڈ

پیر اعجاز احمد۔لندن

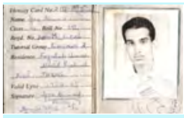

پرانے کاغذات میں محفوظ میرا کالج کا ID کارڈ آج بھی ان بیتے دنوں کی یاد گاہے بگاہے دلاتا رہتا ہے جب میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا طالب علم ہوا کرتا تھا۔ میں نے 1964 میں میٹرک کا امتحان کنجاہ گجرات سے 818 نمبروں کے ساتھ پاس کیا تو محترم والد صاحب نے فرمایا میری خواہش ہے کہ تم ربوہ چلے جاؤ اور مزید تعلیم مرکزِ سلسلہ میں رہ کر حاصل کرو۔ چنانچہ والد (مکرم پیر فیض عالم) صاحب مجھے ہمراہ لئے پرنسپل حضرت میاں ناصر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت میاں صاحب نے اچھے مارکس اور سکالرشپ حاصل کرنے پر بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا اور میری ہمّت بڑھائی کہ یہاں بھی اسی طرح محنت سے تعلیم کی طرف توجہ دینا۔

یوں میرا داخلہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ہو گیا۔ ربوہ کا پاکیزہ ماحول اور کالج کا تعلیمی معیار ملک بھر میں جانا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جماعت کے مخالفین بھی اپنے بچے پڑھائی کے لئے ربوہ بھجوا دیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے ہوسٹل کے 2 ساتھی عبدالوحید زخمی اور افضال مہدی غیر از جماعت تھے جنہیں ان کے والدین نے اخلاقی اور دینی تربیت کے ماحول میں معیاری تعلیم کی غرض سے ٹی آئی کالج ربوہ میں داخل کروایا تھا۔ وحید کا تعلق غالباً رحیم یار خان سے تھا۔ افضال مہدی کس علاقے سے تھا اب ذہن میں مستحضر نہیں رہا۔ مجھے اپنے کلاس فیلوز میں سے مکرم مرزا فرید احمد صاحب اور میجر فرخ امین ملک خاص طور پر یاد ہیں۔ میں نان میڈیکل گروپ میں ہوا کرتا تھا اور میرا رول نمبر 191 تھا جو میرے اس کالج ID کارڈ پر بھی درج ہے۔

جستہ جستہ

اس صدی کا دُم دار ستارہ

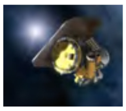

خلائی جہاز ''ڈیپ اِمپیکٹ'' نے ایک دُمدار ستارے (آئسن) کی تصویر لی ہے جو اس سال کے آخر میں نمودار ہو سکتا ہے۔ 2012 میں روسی خلا نوردوں نے اس کا سراغ لگایا تھا۔ اس سال نومبر میں یہ ستارہ سورج کے قریب سے گزرے گا۔ سورج کے نزدیک آنے کے سبب اگر جل نہ گیا تو یہ اس صدی کا دُم دار ستارہ بن جائے گا۔ اس میں گیس اور دُھول کی 64 ہزار کلومیٹر لمبی دُم ہے جسے بغیر دُوربین کے اس سال نومبر میں دیکھا جا سکے گا۔ (بی بی سی اردو 6 فروری 2013)

بحرِ ہند کی تہہ میں قدیم برِاعظم کی باقیات

محققین کو زمین کے ایسے ٹکڑے کے شواہد ملے ہیں جس کے بارے میں خیال ہے کہ وہ پچاسی ملین سال قبل پایا جاتا تھا۔ یہ ٹکڑا جسے موریشیا کا نام دیا گیا ہے موجودہ دنیا کی تشکیل کے وقت ٹوٹ کر پانی میں ڈوب گیا تھا۔ ساڑھے سات سو ملین سال قبل دنیا ایک ہی براعظم ہوا کرتی تھی۔ اس وقت موجودہ انڈیا مڈغاسکر کے قریب واقع تھا۔ جب زمین نے موجودہ شکل اختیار کرنی شروع کی تو موریشیا کا وجود ختم ہو گیا جس کے ٹکڑے متوقع طور پر ماریشس کے نیچے بحرِ ہند میں 10 کلومیٹر کی گہرائی میں مل سکتے ہیں۔ ابھی اس بارے میں مزید تحقیق ہونی ہے کہ سمندر کی تہہ میں کیا باقی ہے؟ (بی بی سی اردو 25 فروری 2013)

مت سمجھیں کہ میں سُن نہیں رہا

سائنس دانوں نے کہا ہے کہ بچہ اپنی پیدائش سے تین ماہ قبل ہی ماں کے پیٹ میں الفاظ کی صوتی اکائیاں سمجھنے لگ جاتا ہے۔ یہ شواہد قبل از وقت پیدا ہونے والے 12 بچوں کے دماغ کے سکین سے حاصل ہوئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا ہے کہ حمل کے 28ویں ہفتے ہی سے بچہ مردوں اور عورتوں کی آواز میں فرق اور ''گا'' اور ''با'' جیسی اکائیوں کے علاوہ ماں کی آواز کی سطح اور تال محسوس کر سکتا ہیں۔

(بی بی سی اردو 28 فروری 2013)

میرے پیسوں پر خاندان کی پرورش

بھکاری نے ایک مالدار نوجوان سے کہا صاحب کیا بات ہے 2 سال پہلے تو آپ مجھے 10 روپے دیا کرتے تھے۔ پچھلے سال آپ نے 5 روپے دینے شروع کر دیئے اور آج کل تو آپ صرف ایک روپیہ دینے لگے ہیں؟

مالدار نوجوان بولا! بات دراصل یہ ہے کہ 2 سال پہلے میں کنوارہ تھا، پچھلے سال میری شادی ہو گئی اور اب میں ایک بچے کا باپ ہو گیا ہوں

بھکاری بے رخی سے بولا! بہت خوب! مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ خاندان کی پرورش میرے پیسوں پر کر رہے ہیں؟

مگر یہ تو بتا دو؟

نئی نویلی دلہن نے شوہر سے کہا! مجھے 2 ڈشیں پکانے میں مہارت حاصل ہے۔ ایک مرغ کا سالن اور دوسرا گاجر کا حلوہ! اور میں نے یہ دونوں ڈشیں آج آپ کے لئے تیار کی ہیں۔

بہت خوب! شوہر نے داد دیتے ہوئے کہا۔ ہاں مگر یہ تو بتا دو کہ ان میں سے مرغ کا سالن کون سا ہے اور گاجر کا حلوہ کون سا؟

وضو کی سائنس کو سمجھئے

اکیسویں صدی کو سائنس کی صدی کا نام دیا گیا ہے کیونکہ آج ہم ہر چیز کو سائنسی پیمانے پر ناپتے ہیں۔ جدید تحقیقات سے صحت کی درستگی کیلئے وضو اور غسل کی اہمیت واضح ہو گئی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو طہارت اور پاکیزگی کیلئے غسل اور وضو کی تاکید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ بھی دھولیا کرو اور اپنے سر کا مسح کیا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں بھی دھولیا کرو۔ اور اگر تم جنبی ہو تو نہا لیا کرو۔'' (المائدہ:7)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ نماز کیلئے وضو شرط ہے۔ اس کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس طرح جو شخص نماز کا پابند ہے وہ دن میں پانچ مرتبہ جسم کے ان حصوں کو لازماً دھوتا ہے جو کام کاج کے دوران میلے اور گندے ہو جاتے ہیں۔ وضو کا اصل مقصد اور غرض وغایت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور پاک وصاف ہو کر جائے تاکہ طبیعت میں انبساط اور تازگی رہے۔ اس سلسلے میں سائنسی حقائق پر علم حیاتیات کے ماہرین نے پچھلے 20 سالوں میں کئی تحقیقات کی ہیں جن سے پتا چلا ہے کہ وضو انسانی صحت پر بہت مفید اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس سے نہ صرف جسمانی صفائی حاصل ہوتی ہے بلکہ ذہنی آسودگی اور روحانی سکون بھی میسر آتا ہے۔ دورِ جدید میں جب جلد کے بے پناہ مسائل بڑھتے چلے جا رہے ہیں ایسے میں وضو قدرت کا بہترین تحفہ ہے۔ جس کی بدولت ہمارا چہرہ نہ صرف تر وتازہ رہتا ہے بلکہ بغیر کسی اضافی محنت اور دولت کے خرچ کے ہم روزانہ اپنی جلد کی بخوبی حفاظت کر سکتے ہیں۔ سائنسی اعتبار سے وضو انسان کے اندرونی نظام پر بہت خوش کن اثرات مرتب کرتا ہے۔ یوں تو وضو کے بے پناہ فوائد اور ثمرات ہیں۔ یہاں تین اہم فوائد درج ذیل ہیں:

1. خون کی شریانوں پر وضو کے اثرات

سائنسی اور طبی حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ جب ہم روزانہ پانچ مرتبہ ہاتھ، منہ اور پاؤں دھوتے ہیں تو خون کی نالیوں کا پھیلنے اور سکڑنے کا عمل متوازن رہتا ہے۔ اس طرح ہم دل کی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ جب پاؤں کی انگلیوں کے درمیان پانی جاتا ہے تو یہ دماغ میں موجود باریک نسوں کو متحرک کر دیتا ہے۔ اسی طرح سر کا مسح کرنے سے ہم بہت سی بیماریوں مثلاً سر درد اور درد شقیقہ وغیرہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

2. متعدی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے نظام پر وضو کے اثرات

خون میں گردش کرتے ہوئے سرخ خلیوں کے ساتھ ساتھ سفید خلیے بھی ہوتے ہیں۔ سفید خلیوں کا یہ نظام جسم کو مختلف بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جس طرح وضو کیا جاتا ہے اس کا مقصد جسم میں حفاظتی نظام کو مضبوط کرنا ہوتا ہے۔ اس کی وجوہ یہ ہیں:

(i) جسم کو تحفظ دینے والے لمفی (Lymphatic) نظام کے صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کیلئے ضروری ہے کہ جسم کے کسی چھوٹے سے حصے کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ وضو اس امر کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔ مثلاً کان کا مسح کرنا اور ہاتھ پیروں کی انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانا وغیرہ۔

(ii) جسم کے حفاظتی نظام کو تحریک دینے کیلئے مرکزی مقام وہ جگہ ہے جو ناک کے پیچھے نتھنوں میں ہوتا ہے اور ان مقامات کو دھونا وضو میں بطورِ خاص شامل ہے جس کی وجہ سے انسان جراثیم کے حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(iii) گردن کے دونوں طرف وضو کے ذریعہ تحریک پیدا کرنا، تحفظ دینے والے نظام کو بروئے کار لانے میں بے حد اہم ہے۔ اس طرح یہ نظام انسان کو تمام بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ کیونکہ گردش کے دوران اگر اس کی مڈبھیڑ کسی جرثومہ یا کینسر کے خلیے سے ہو جاتی ہے تو وہ فوری طور پر اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

(ماخوذ از ڈالڈا دستر خوان ماہ فروری 2012ء)

ذرّوں کی کہانی ۔ آصف کی زبانی

(قسطِ پنجم) (آصف علی پرویز)

قریباً 20 سال قبل کی بات ہے۔ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ ابھی کرسی پر بیٹھ ہی رہا تھا کہ حضورؒ نے فرمایا مجھے آئن سٹائن سے اختلاف ہے۔ آئن سٹائن سے اختلاف! جسے ہم سائنس کا ''باوا آدم'' سمجھتے ہیں۔ میرے چہرے کے تاثرات سے حضورؒ نے اندازہ لگالیا کہ یہ سن کر مجھے بہت حیرانی ہوئی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ آئن سٹائن کا یہ کہنا کہ روشنی کی رفتار سے زیادہ تیز رفتار ناممکن ہے، اس کے اس نظریے سے مجھے اختلاف ہے۔ اس پر میں نے آئن سٹائن کے 2 مشہور فارمولے لکھ کر حضورؒ کی خدمت میں پیش کئے اور عرض کیا کہ آئن سٹائن کے مطابق اگر کسی ذرّے کی رفتار روشنی کی رفتار سے تیز ہوجائے تو اس کا Mass یعنی کمیت لامحدود ہوجاتی ہے اور اس کا وقت بھی لامحدود ہوجاتا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا آئن سٹائن کے حوالے سے یہی بات چند روز قبل ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کر کے گئے ہیں مگر آپ تحقیق کریں۔ چنانچہ میں نے حضورؒ کے ارشاد کی تعمیل میں تحقیق کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں حضورؒ سے ملاقاتیں بھی ہوئیں مگر میں نے اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرلیا کہ حضورؒ یہ تحقیق میری طاقت سے باہر ہے۔ تاہم حضورؒ کو اس پر اس قدر یقین تھا کہ ڈاکٹر سلام صاحب کی وفات کے بعد

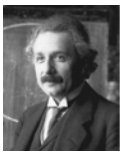

جب ٹریسٹ، اٹلی میں نظریاتی سائنس کے بین الاقوامی مرکز کا نام بدل کر Abdus Salam International Center For Theoretical Physics رکھنے کی تقریب منعقد ہوئی جس میں کئی نوبل انعام یافتہ سائنسدان بھی موجود تھے، حضورؒ نے اپنے پیغام میں ڈاکٹر سلام صاحب سے ہونے والی گفتگو کا حوالہ دیا کہ ان کے ساتھ اس امر پر بھی باتیں اور بحثیں ہوا کرتی تھیں کہ روشنی سے زیادہ تیز رفتار ممکن ہے۔

گزشتہ مضمون کے اختتام پر میں نے لکھا تھا کہ ان شاء اللہ آئندہ مضمون میں ''نورٌ علیٰ نور'' کے بارے میں سائنس کی رو سے کچھ عرض کروں گا۔ چنانچہ میں اس موضوع پر غور کرتا ہوا سوگیا۔ فجر کی نماز کے لئے اٹھا تو میری زبان پہ ''ذرّوں پر ذرّے'' کے الفاظ تھے۔ اس سے میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ مجھے روشنی کے ''ذرّاتی پہلوؤں'' کو بھی بیان کرنا چاہیے۔ لہٰذا میرا یہ مضمون 2 حصوں پر مشتمل ہوگا۔

(1) روشنی بطور لہر (Wave) اور (2) روشنی بطور ذرّہ (photon)

چونکہ ترتیب کے لحاظ سے روشنی کے ذرّاتی پہلوؤں والے حصے کو مضمون میں آگے چل کر اپنے محل پر بیان ہونا ہے، اس لئے عین ممکن ہے کہ اس کا ذکر اگلی قسط میں آپ تک پہنچے۔

واضح ہو کہ روشنی جب لہر کی صورت میں سفر کرتی ہے تو اسے تصویری شکل میں یوں ظاہر کیا جاتا ہے۔

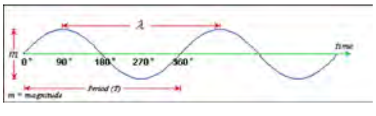

روشنی کی لہر ایک سیکنڈ میں جتنی مرتبہ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر جاتی ہے اسے فریکوئنسی (Frequency) کہا جاتا ہے۔ لہر کے مدوجزر کی جو چوڑائی ہوتی ہے اسے ''طولِ موج'' کہا جاتا ہے۔ جوں جوں فریکوئنسی بڑھتی ہے طولِ موج چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ روشنی کی ہر لہر کی اپنی ایک مخصوص طاقت (Energy) ہوتی ہے۔ جوں جوں فریکوئنسی بڑھتی ہے لہر کی طاقت بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہمیں دکھائی دینے والی روشنی دراصل روشنی کے مکمل وجود کا فقط ایک حصہ ہے۔ جبکہ روشنی بنیادی طور پر 7 رنگوں پر مشتمل ہے۔ جو یہ ہیں:

بنفشی، اُودا، نیلا، سبز، زرد، نارنجی اور سُرخ

یہ رنگ باہم مل کر اور یک جان ہو کر سفید روشنی کی رنگت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ روشنی کے یہ ساتوں رنگ دیکھنے ہوں تو بارش کے بعد آسمان پر ظاہر ہونے والی خوبصورت قوسِ قزح اس کا بہترین ذریعہ ہے۔

قوسِ قزح کے رنگ ہیں جتنے رنگ یہ سارے اُس کے ہیں
مہر و مہ سے چھوٹنے والے نُور کے دھارے اُس کے ہیں

چونکہ یہ لہریں بجلی اور مقناطیسی طاقت سے جنم لیتی ہیں اس لئے انہیں Electromagnetic Waves کہا جاتا ہے۔

روشنی کا سپیکٹرم

اس تصویر میں روشنی کا پورا تعارف موجود ہے۔ روشنی کا وہ حصہ جسے ہم دیکھ سکتے ہیں اس کے دائیں اور بائیں طرف بھی روشنی کی مختلف اقسام لکھی گئی ہیں۔ اسے روشنی کا سپیکٹرم کہا جاتا ہے۔ یہ نورٌ علیٰ نور یعنی روشنی پر روشنی کا ایک سائنسی نقشہ ہے۔

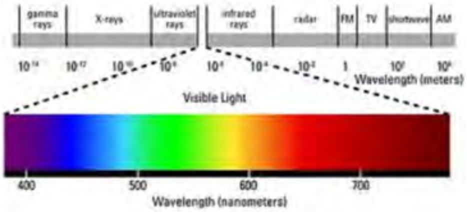

فزکس میں سائنس کو 2 شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک کو Classical Mechanics کہا جاتا ہے۔ یہ سائنس کی وہ شاخ ہے جسے نیوٹن نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

یہ ہماری روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ سائنس کی یہ شاخ وضاحت کرتی ہے کہ ہمارے چلنے، ہمارے حرکت کرنے، ہوائی جہاز کے اُڑنے، راکٹ کے خلا میں جانے اور نظامِ شمسی کے رُوبہ عمل ہونے وغیرہ میں کون کون سے حسابی فارمولے اور قدرت کے کون کون سے قوانین کارفرما ہیں۔ سائنس کی اس شاخ کو آئن سٹائن نے تو گویا انتہا تک پہنچا دیا۔

سائنس کی دوسری شاخ Quantum Mechanics گزشتہ صدی میں سامنے آئی۔ سائنس کی یہ شاخ ذرّے (ایٹم) کی دنیا کا احاطہ کرتی ہے۔ مکرم پروفیسر سلام صاحب اپنے وقت میں اس شاخ کے چوٹی کے ماہرین میں سے تھے۔

پروفیسر Higgs نے جو Boson ذرہ حسابی رُو سے دریافت کیا وہ اسی سائنس کا تحفہ ہے۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ آنے والے وقت میں سائنس کی ایک نئی شاخ سامنے آئے گی جسے میں Creation Mechanics (تخلیقی میکانیات) کا نام دیتا ہوں۔ اس کی تہہ میں یہ اصول کارفرما ہوگا کہ روشنی کی رفتار سے زیادہ رفتار ممکن ہے۔

مجھے امید ہے کہ سائنس کی یہ شاخ تخلیقِ کائنات کے گہرے رازوں سے پردہ اٹھانے کا موجب بنے گی اور اُس وقت کے احمدی سائنس دانوں کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اس ارشاد کی یاد دلائے گی کہ روشنی کی رفتار سے زیادہ رفتار ممکن ہے۔ مکرم عبیداللہ علیم صاحب نے ایک نعتیہ غزل میں کیا خوب کہا ہے:-

کوئی رفتار ہوگی روشنی کی
مگر وہ اس سے بھی آگے گیا ہے

(جاری)

شگفتہ تحریریں

چڑیا گھر

ہم جب بھی قومی ائیرلائن سے سفر کرتے ہیں کوئی نہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آہی جاتا ہے۔

الا ماشاءاللہ۔کبھی روانگی میں تاخیر۔کبھی عملے کی انوکھی تدبیر۔طیارے میں داخل ہوں تو یوں لگتا ہے کہ عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر میلا لگا ہوا ہے۔ یا ابھی ابھی کوئی برات اتری ہے۔کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے۔کوئی اُٹھ رہا ہے کوئی بیٹھ رہا ہے۔کوئی اُٹھتا ہے نہ بیٹھتا ہے۔جہاز کے ویڈیو سسٹم پر

مہدی حسن پندرہ سال پہلے بھی 'گلوں میں رنگ بھرے' گا رہے تھے، وہی ٹیپ آج بھی چل رہا ہے۔بچے سیٹوں کے درمیان دوڑ رہے ہیں۔ گودی والے نئے نئے سروں میں رو رہے ہیں۔چوڑیاں کھنک رہی ہیں، رشتے ملائے جا رہے ہیں۔پیغام دیے جا رہے ہیں۔دائیں طرف کی

سیٹوں پر بات بھی پکی ہوگئی ہے۔بائیں طرف بیٹھی خاتون نے ساتھ والی

خاتون سے گھر آنے کا پکا وعدہ بھی لے لیا ہے۔دو نوجوان لڑکیوں کے درمیان ای میل اور سیل فون نمبروں کا تبادلہ بھی ہوگیا ہے۔ایک صاحب اپنا سامان چیک اِن کروانے کے بعد ایک وزنی بیگ اندر بھی لے آئے ہیں۔اور اب زبردستی اوپر کیبن میں گھسیڑنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ان کا کیری

آن دونوں گھٹنوں کے بیچ میں ہے۔کاندھوں پر بھی دو بیگ لٹکے ہوئے ہیں جو آنے جانے والوں کا راستہ روکے ہوئے ہیں۔ پاسپورٹ اور بورڈنگ پاس دانتوں میں دبایا ہوا ہے، بلکہ چبایا ہوا ہے۔ان کی شکایت کیلئے عملے کا دامن پکڑیں تو کنی کترا کر بھاگ جاتے ہیں۔ لیجئے ان صاحب نے کسی نہ کسی طرح اس بوجھ سے نجات حاصل کر ہی لی۔کیپٹن نے دو گھنٹے کی تاخیر کی معذرت کی اور اعلان کیا کہ ہم تھوڑی دیر میں چلنے والے ہیں۔ائیر ہوسٹس کی احتیاطی اور حفاظتی تقریر ختم ہونے سے پہلے ہمارے پیچھے والی دو خواتین اپنے خاوندوں کی تنخواہ، بچوں کی تعداد اور سسرال والوں کی برائیوں کا تبادلہ کر چکی تھیں۔

کراچی میں چند روز

گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے، وطن عزیز کی یاد ستاتی ہے تو ہم پاکستان کا عزم کرتے ہیں۔اس دفعہ جانا ہوا تو کراچی میں چند روز قیام کیا کہ اس

شہر میں ہمارے پرانے بہی خواہ اور بہی کھاتے ہیں۔ ہمارے آنے کی خبر پھیلی تو کئی دوستوں کے نامے آئے۔تقاضا تھا کہ شرف میزبانی انہی کو حاصل ہو۔سبھی مصرّ تھے۔کسی کی دل آزاری مقصود نہ تھی۔لہٰذا کسی سے وعدہ وعید نہ کیا اور کراچی پہنچ گئے۔ائیر پورٹ سے نکلے تو پذیرائی کیلئے ایک ہجوم منتظر تھا۔سب لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر ہمیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ہم نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے فضا میں بار بار ہاتھ ہلایا۔قریب آئے تو سب دیوانہ وار ٹوٹ پڑے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ ہم اس کے ساتھ جائیں۔ ہر کوئی بضد کہ سامان اسی کی گاڑی میں رکھا جائے۔کسی نے سوٹ کیس تھاما، کسی نے ہینڈ بیگ، کسی کے ہاتھ میں ہمارا کوٹ تو کسی کے ہاتھ میں ہماری ٹوپی اور چھڑی۔کوئی ادھر کھینچ رہا ہے کوئی ادھر۔ ایک صاحب دامن گیر ہوئے تو دوسرے ٹھوڑی کو ہاتھ لگا کر منت سماجت کرنے لگے۔ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ کس کے ساتھ جائیں! کس کے ساتھ حامی بھریں اور کس کا دل دکھائیں۔اس ہنگامہ آرائی اور کھینچا تانی میں ہمارے پرانے دوست اور کرمافرما عمران نظر آئے۔انہوں نے سب کو ڈانٹا اور بڑی مشکل سے ہمارا سامان بازیاب کیا۔گاڑی میں بیٹھے تو معذرت کرنے لگے:

''بھی معاف کرنا! یہ کم بخت ٹیکسی والے مسافروں کو بہت تنگ کرتے ہیں''

ہمیں اب احساس ہوا کہ وہ لوگ جو ہمارے گلے لگ رہے تھے دراصل گلے پڑ رہے تھے اور دامن پکڑ رہے تھے ان کے ہاتھ ہماری جیب پر تھے۔

(رشید ارشد کی کتاب 'جنگل میں منگل' سے ماخوذ)

پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب کی قیادت میں

(مکرم منیر احمد صاحب بانی کلکتہ)

خاکسار نے 1948ء میں تعلیم الاسلام کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ان دنوں حضرت المصلح الموعودؓ کا قیام رتن باغ لاہور میں تھا۔ 1947ء میں ہجرت کی وجہ سے انتہائی بے سروسامانی کا عالم تھا۔حضورؓ کے تفکرات کئی چند ہو چکے تھے۔لیکن ان ایام میں ایسے حالات میں بھی طلبہ پر حضورؓ غیر معمولی شفقت کا اظہار فرماتے۔تعلیم الاسلام کالج میں جب بھی کوئی تقریب منعقد ہوتی تو حضورؓ اکثر تشریف لا کر خطاب سے نوازتے۔طلباء اگر حضورؓ سے ملاقات کی غرض سے رتن باغ جاتے تو میرا یہ تاثر ہے کہ غالباً پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایت تھی کہ طلبہ کا خاص خیال رکھا جائے اور اکثر وبیشتر انہیں ملاقات کا وقت دیا جائے۔

18 ستمبر 1949ء کو طلبہ کا ایک وفد پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب کی قیادت میں حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضورؓ قالین پر تشریف فرما تھے۔ہم بھی حضورؓ کے قدموں میں جا کر بیٹھ گئے۔طلبہ نے اپنی اپنی نوٹ بکیں پیش کیں۔حضورؓ نے ان پر نصائح لکھ دیں۔خاکسار کی ڈائری پر رقم فرمایا:

''تقویٰ، تقویٰ اور تقویٰ اور پھر محنت، عزم اور ایثار۔ مرزا محمود احمد''

اس وفد میں مکرم مبارک احمد صاحب مدراسی بھی شامل تھے۔ان کی کاپی پر حضورؓ نے رقم فرمایا:

''فضولیات سے پرہیز کرو۔''

بعد ازاں حضورؓ نے طلباء کو نصائح سے نوازا کہ آپ کو بے حد محنت کی ضرورت ہے۔حالات سرعت سے بدل رہے ہیں۔پاکستان میں احمدیت کی مخالفت بہت تیز ہو جائے گی۔اگر کسی وقت بھی جماعت بے سر ہو جائے تو ہر شخص اپنے آپ کو ستون سمجھے اور جماعت کو منتشر ہونے سے بچائے۔(مکرم منیر احمد بانی صاحب کلکتہ کی حضرت مصلح الموعودؓ سے وابستہ یادیں)

(بدر قادیان 10 فروری 1983ء)

ازکلیات بشیر احمد بشیر

تو نے چھوڑی تھی جو بستی کبھی رستی بستی
بن ترے آج پڑی ہے وہی سونی بستی

بام و در بھی وہی گلیاں بھی وہی ہیں پھر بھی
اب یہ بستی نہیں لگتی مجھے اپنی بستی

راہ تکتا ہے تری آج بھی کوچہ کوچہ
یاد کرتی ہے تجھے آج بھی ساری بستی

میری آنکھیں ہیں کہ تپتی ہوئی ویران راہیں
یہ مرا دل ہے کہ ہے کوئی سلگتی بستی

دلِ وحشت زدہ لے کر تری دُھن میں نکلوں
آج اس بستی میں پہنچوں تو کل اگلی بستی

سُونی سُونی سی نظر آتی تھی پہلے ہی بشیر
ترے جانے سے ہوئی اور بھی سُونی بستی

''آپ بیتی''

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ)

دو چور عورتیں

پانی پت میں میرے یہاں جب پہلی لڑکی (مریم صدیقہ) پیدا ہوئی تو ان دنوں انفلوئنزا زوروں پر تھا۔لڑکی پیدا ہونے کے بعد اس کی ماں نہایت سخت بیمار ہوگئی۔ادھر شہر میں موتا موتی لگ رہی تھی ادھر ہمارے گھر میں سب بیمار پڑے ہوئے تھے۔خدا کی قدرت کہ لڑکی ابھی ہفتہ بھر کی تھی اور برلبِ گور، کہ ایک لاوارث عورت وضع حمل کیلئے شفاخانہ میں آ گئی۔رات کو اس کے ہاں بھی لڑکی پیدا ہوئی۔پھر تو ہم نے اسے معقول تنخواہ اور کھانے کپڑے کے وعدہ پر اپنے گھر دوسرے ہی دن بلا لیا۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میری لڑکی کی حالت سنبھلنے لگی اور وہ خدا کے فضل سے پل گئی۔ورنہ جب پہلی دفعہ اسے دائی کے سامنے لٹایا گیا تھا تو دائی نے پوچھا کہ لڑکی کا نام کیا ہے۔کسی نے کہا مریم۔وہ دودھ پلانے والی کہنے لگی تمہارے بچے اسی طرح سوکھ سوکھ کر مرجاتے ہوں گے جو مریم نام رکھا ہے۔خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔وہ دائی تو لڑکی کو دودھ پلاتی تھی مگر ایک عورت لڑکی کے کھلانے پر بھی رکھ لی گئی۔یہ دونوں عورتیں از حد چور تھیں۔گھر میں کوئی چیز کہیں پڑی ہو پلک جھپکنے میں غائب ہو جاتی تھی۔ہم سخت تنگ اور حیران تھے۔پتہ نہ لگتا تھا کہ دونوں میں سے کون چور ہے۔آخر ایک دن ہمارے یہاں کہیں سے کچھ پیڑے آئے۔میں نے ان میں سے چند پیڑے لے کر ان میں ایک ایک قطرہ جمال گوٹہ کا لگا کر ایک رکابی میں رکھ دئے۔اور رکابی کارنس میں رکھ دی اور خود اس کمرہ سے ٹل گیا۔دو گھنٹہ کے اندر وہ سب پیڑے غائب تھے۔اب ہم نے دونوں کو دیکھنا شروع کیا کہ کس پر روغن جمالگوٹہ کا اثر ہوتا ہے۔جو قے کرے یا جسے اسہال جاری ہو جائیں بس وہی چور ہے۔آدھ گھنٹہ کے بعد برآمدہ میں سے دائی کی چیخیں سنائی دیں کہ ہائے میں مری۔میرے کلیجہ میں درد ہے۔پاس گئے تو اسے پہلے تو ابکائی آئی۔پھر اس نے سب کھایا پیا نکال دیا۔اس کے بعد ہر تھوڑے وقفہ کے بعد اسے استفراغ ہوتا رہا۔میں نے بیوی سے کہا:''یہی چور ہے۔معلوم ہو گیا ہے۔اب تم اسے کچھ دہی پلا دو۔اسے آرام آ جائے گا۔مگر وہ عورت یہی کہتی رہی کہ میرے کھانے کے ساتھ مکھی نگلی گئی ہے۔یہ ابکائی اسی وجہ سے ہے۔دو منٹ کے بعد میں برآمدہ میں سے نکل کر صحن میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پاخانے میں کھلائی بڑھیا چیخیں مار رہی تھی۔ارے کوئی سنبھالو۔میں مری۔میری بیوی نے پاخانہ کو دروازہ کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسے اتنا بڑا دست آیا کہ بیت الخلاء کا سارا فرش خراب ہو گیا ہے اور اس کا تمام پاجامہ بھی تربتر ہے اور اسہال کا سلسلہ ایسا جاری ہے کہ گویا کسی نے نلکے کی ٹوٹی کھول دی ہو۔بے چاری بڑھیا ایک درجن دستوں میں ہی نڈھال ہو گئی۔اس وقت پتا چلا کہ دونوں کم بخت برابر کی چور تھیں۔خیر شام تک لشتم پشتم دونوں اچھی ہو گئیں اور ان کو بھی ہماری حکمت عملی کا پتا لگ گیا۔اس کے بعد انہوں نے پھر کوئی چیز چرا کر نہیں کھائی اور ایک ہی نصیحت ان کیلئے کارگر ہو گئی۔

شرک کا ایک نمونہ

میں ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک مقام روجھان میں مقیم تھا۔اس علاقہ میں ایک مقبرہ رندان پیر کا ہے۔جو بہت بزرگ اور اہل علم سمجھے جاتے ہیں۔اس علاقہ کے رہنے والے اکثر بلوچ قوم کے تھے اور وہاں خدا کی طرح رندان پیر کی بھی پرستش ہوتی تھی۔خدا کی قسم جھوٹی کھانا معمولی بات تھی۔مگر رندان پیر کی قسم جھوٹی کھانا تباہی کے مترادف تھا۔مقامی عدالت میں یا رندان کی قسم لی جاتی تھی یا وہاں کے نواب کے سر کی۔ایسی قسم کے بعد پھر کوئی گواہ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ایک دن میرے شفاخانہ میں ایک مریض آیا۔باتوں باتوں میں میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بیٹے ہیں۔اس سوال پر وہ کچھ خاموش سا ہو گیا۔پھر چشم پر آب ہو کر کہنے لگا''رندان پیر نے دو بیٹے دئے تھے مگر رب نے کھس لئے۔یعنی رندان پیر نے تو دو بیٹے دئے تھے مگر رب نے چھین لئے۔یہ شرک کا ایک نمونہ تھا جو وہاں دیکھنے میں آیا۔

کفایت شعاری کا کمال

میرے ایک مہربان دوست تھے جو قریباً قریباً میرے کلاس فیلو تھے۔وہ بی اے کے پرائیوٹ امتحان کیلئے لاہور تشریف لائے۔اور میرے مکان پر ہی قیام فرمایا۔مگر تھے نہایت جزرس ور کفایت شعار۔ایک دن میں کالج سے گھر آیا تو دیکھا کہ جلیبیاں کھا رہے ہیں۔اور جلیبیاں بھی دو آنہ کی اکٹھی۔حیران ہو کر میں نے پوچھا:''حضرت!یہ فضول خرچی کیسی۔''فرمانے لگے میں رات کو سوتا رہا،مطالعہ نہ ہو سکا۔اس پر میں نے چاہا کہ اپنے نفس کیلئے کوئی سزا تجویز کروں۔پہلے خیال آیا کہ خدا کے نام پر دو آنے دے دوں۔مگر دل نے کہا کہ خیرات سے تو تیرے نفس کو خوشی ہوگی۔کیونکہ نیک کام ہے۔اس لئے زیادہ مناسب یہ معلوم ہوا کہ خود ہی دو آنہ کی جلیبیاں کھا لوں،تا کہ نفس کو سخت اذیت اور دکھ پہنچے اور آئندہ سستی نہ کرے۔

سبحان اللہ!دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو اپنا خود کا مٹھائی کھانا کفایت شعاری کی وجہ سے سزا اور دکھ معلوم ہوتا ہے۔

اور جہاز واپس آ گیا

مکرم ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب مرحوم تبلیغ کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔دن رات تبلیغ کرتے اور اس دوران باقی ہر چیز کو کلیۃً بھول جاتے۔اس محویت کے ضمن میں ان کا ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرتا ہوں:

آپ نے فرمایا کہ میں حاجیوں کے جہاز پر بطور ڈاکٹر ملازم تھا۔واپسی سفر پر جب جہاز عدن پہنچا تو میں تبلیغ کے شوق میں ادھر ادھر نکل گیا اور تبلیغ میں ایسا محو ہو گیا کہ جہاز کی روانگی کے وقت کا خیال نہ رہا۔تبلیغ سے فارغ ہو کر واپس بندرگاہ پر آیا تو دیکھا کہ جہاز تو روانہ ہو چکا ہے۔یہ دیکھ کر میں سخت گھبرا گیا۔حالت یہ تھی کہ ایک رنگ آتا تھا اور ایک رنگ جاتا تھا۔دل میں سوچتا کہ جہاز والے کیا کہیں گے۔اور اگر کوئی مسافر مر گیا تو مجھ پر قانونی گرفت بھی ہو سکتی ہے۔اس پریشانی میں ساری رات دعاؤں میں گزری کہ خدایا!میں تیرا کام کر رہا تھا۔عربوں کو پیغام حق پہنچا رہا تھا۔یہ میرا ذاتی کام نہ تھا۔اب جہاز نکل گیا ہے۔میرے مولیٰ!مجھے کچھ علم نہیں۔اب تو میرا جہاز مجھے واپس لا کر دے۔میں یہ دعا کرتے کرتے سو گیا۔رات خواب میں دیکھا کہ جہاز واپس آ گیا ہے۔میں جن لوگوں کو شام تک تبلیغ کرتا رہا تھا وہ مجھ پر پہلے ہی ہنس رہے تھے کہ اس کا جہاز نکل گیا ہے اور مصیبت میں پڑ گیا ہے۔صبح جب میں نے یہ اعلان کیا کہ میرے خدا نے مجھے بتایا ہے کہ میرا جہاز واپس آ گیا ہے۔اس پر تو وہ اور بھی ہنسے کہ یہ کیسا مجنون آدمی ہے۔کیا کبھی بحری جہاز بھی یوں واپس آیا ہے؟ خدا کی قدرتوں کی کوئی حد بست نہیں اور اس کے کام نیارے ہوتے ہیں۔صبح ہوئی تو لوگوں نے ایک عجیب اور ناقابل یقین نظارہ دیکھا۔ایک شخص بھاگا بھاگا آیا اور بتایا کہ واقعی جہاز بندرگاہ پر واپس آ گیا ہے۔میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جہاز پر واپس پہنچ گیا۔

جہاز کی واپسی کا اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کا تصرف تھا۔ظاہری وجہ یہ بن گئی کہ جنگ کی وجہ سے آبدوزوں کے حملہ کا خطرہ تھا اور جہاز پر امن کا جھنڈا موجود نہیں تھا۔یہ جھنڈا لینے کیلئے جہاز واپس پورٹ پر آن لگا تھا۔

عام مشاہدہ تو یہ ہے کہ سفر میں گاڑی یا بس چھوٹ جائے تو کبھی واپس نہیں آتی۔اور یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ کرشمہ دکھایا کہ ایک پر جوش داعی الی اللہ کی خاطر عظیم سمندری جہاز واپس آ گیا۔

(میدان تبلیغ میں پیش آنے والے تائید الٰہی کے ایمان افروز واقعات صفحہ 16-15)

ممبران سے گذارش

اگر آپ نے ابھی ممبر شپ کی سالانہ فیس اور نادار طلبہ کی امداد کیلئے رقم کی ادائیگی نہیں کی تو اس کارِ خیر میں تاخیر کیسی؟ جلد ادائیگی کی درخواست ہے۔ (سیکرٹری مال)

آکسفورڈ وزٹ کی تصاویری جھلکیاں